اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو نیکی کیطرف بلائے اور اچھے کام کرنیکا حکم دے
اور برے کاموں سے منع کرے، یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ (قرآن کریم پ۴ رکوع ۲)
تقریبِ نکاح
سلسلہ ۵۲
از حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب رومی
مفتی شہر آگرہ
شائع کردہ
مدرسہ افضل العلوم تاج گنج آگرہ یوپی
ملنے کا پتہ
جیمس فوٹو کمپنی شو مارکیٹ آگرہ ۳

بیشک اللہ کے رسول ؐ میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اسوۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

تقریبِ نکاح

از

حضرت مولانا حافظ قاری مفتی عبدالقدوس صاحب رومی مفتی شہر آگرہ

ملنے کا پتہ

جیمس فٹویر کمپنی شوز مارکیٹ۔ آگرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان پیدا فرما کر اشرف المخلوقات بنایا اور دوسرا احسان یہ کیا کہ ہمیں دین کی نعمت و دولت عطا فرما کر مسلمان اور اپنے آخری رسول حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی اور غلام بنایا ——— ہماری پوری زندگی کی مکمل رہنمائی کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپ کی تعلیماتِ مقدسہ کی روشنی بھی ہمیں عنایت فرما دی۔

اس صورت میں ہماری انسانیت و شرافت، ہماری مذہب دوستی اور ہماری محبتِ رسول کا تقاضا تو یہی تھا کہ ہم اپنی پوری زندگی میں کوئی ایسا کام نہ کرتے جو ہمارے دامنِ انسانیت پر دھبہ اور ہمارے مذہب اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ ہو اور جس کی وجہ سے ہمارا یہ دعویٰ ماننے کیلئے دنیا تیار نہ ہو کہ ہم اپنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے اور آپ کی محبت و اطاعت کا دم بھرنے والے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہماری حالت ایسی گئی گذری ہو گئی کہ ہم اپنی غلطی اور

اپنی گمراہی کا احساس بھی نہیں رہ گیا ہے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا!

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

کاش ہمیں اپنے اس نقصان و زیاں کا کچھ بھی احساس ہوتا اور ہم اپنے اصلاحِ حال کی کچھ بھی فکر کرتے۔

ایمان داری کی بات یہ ہے کہ اگر ہم لوگ اپنی پوری زندگی کا تفصیلی جائزہ لیں تو یہی بات ثابت ہوگی کہ اسوقت ہماری زندگیوں میں دین و شریعت کی پابندی اور اتباعِ سنّت کا تصوّر دور دور تک نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے برعکس ہماری پوری زندگی، ہمارا سارا معاشرہ اور سماج حدود اللہ سے تجاوز، احکام شریعت کی نافرمانی اور اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بھرا ہوا ہے ؎

سارا بدن ہے داغ داغ مرہم کہاں کہاں رکھیں

اس مختصر تحریر میں ہم اپنے پورے معاشرے اور زندگی کے ہر معاملے پر تبصرہ تو نہیں کر سکتے صرف اشارتاً یہ تمہیدی گذارشات پیش کرنے کے بعد آئندہ سطور میں ہم اپنے معاشرے کے ایک اہم اور ضروری موضوع "نکاح و شادی" سے متعلق کچھ قابلِ توجہ باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں خدا کرے اپنے دل کی بات مناسب و مؤثر طور پر ادا ہو کر آپ کے دلوں میں بھی اتر جائے اور مسلم معاشرے کا یہ نہایت اہم اور ضروری مسئلہ کسی طرح اپنی اصلی و شرعی شکل میں پھر ہمارے درمیان رواج پا جائے۔

ہمارے معاشرے کا یہ مسئلہ جسے "نکاح مسنون" اور "شادی خانہ آبادی" جیسے دلکش اور خوش آیند ناموں سے ہم یاد کرتے ہیں دین و شریعت کی رُو سے جیسا آسان

اور اسوۂ نبوی کی روشنی میں جتنا سہل تھا افسوس کہ ہم نے شیطانی ترغیب اور دوسرے لوگوں کی غلط نقل و پیروی میں اور خود اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کی خلاف ورزی کے باعث آج اسے اپنے معاشرے کا ایک نہایت مشکل مسئلہ، تکلیف دہ مرحلہ، اور ہنگامہ خیز معاملہ بنا دیا ہے ——— اور اس تکلیف و مصیبت کا یہ پہلو کس درجہ عبرت انگیز ہے کہ اس آسان مسنون تقریب کو اس درجہ دشوار و تکلیف دہ اور خدا و رسول کی نافرمانیوں کا افسوسناک مجموعہ خود ہم نے ہی اپنے ہاتھوں بنایا ہے اور اگر یہ بات بھی ملحوظ رکھی جائے کہ موجودہ دور میں ہم میں سے ہر شخص اس مسئلے کی دشواری اپنی کھلی آنکھوں دیکھتا اور محسوس کرتا ہے، مگر شاید یہ معاشرے کی جادوگری اور نفس و شیطان کی تزئین کاری ہے کہ کسی کو کچھ کہنے تک کی ہمت نہیں ہوتی۔

برادری کی یہ رسمیں یہ بندشیں توبہ! کہ دل پہ چوٹ تو لگتی ہے کہہ نہیں سکتے

ان حالات میں ضرورت محسوس ہوئی کہ عام مسلمانوں کی خدمت میں تقریب نکاح کا شرعی طریقہ اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر دیا جائے کہ ہماری دینی و دنیاوی صلاح و فلاح کا راز اتباعِ سنت ہی میں مضمر ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص میری کسی مُردہ سُنت کو ایسے وقت میں زندہ کرے جب میری اُمت میں بگاڑ آیا ہوا ہو تو اس شخص کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

کیا ہم اُمید کریں کہ ہمارے مسلمان نوجوان اُمت کے اس بگاڑ کے وقت نکاح کی مُردہ سُنتوں کو زندہ کر کے سو شہیدوں کا ثواب حاصل کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہونگے؟ قابلِ تعریف اور مستحقِ ثواب ہوں گے۔ وہ نوجوان جو ہمارے اس سوال کا

تقریبِ نکاح
اسوۂ نبوی کی روشنی میں

نکاح کا شرعی حکم شریعت اسلامی کی رو سے عام حالات میں تو نکاح کرنا سُنّت ہے۔ لیکن بعض صورتوں میں جبکہ انسان تنہا اور بے نکاح زندگی گذارنے میں مبتلائے گناہ ہو جانے کا خطرہ محسوس کرے اسوقت نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے ـــــــــ

یہ تو ہوا نکاح کا شرعی حکم ـــــــــ اب ہمیں یہاں دیکھنا اور غور کرنا یہ ہے کہ ہملوگ اس فرض یا سُنّت کو ادا کرنے میں کتنی خلافِ شریعت اور خلافِ سُنّت باتوں کا ارتکاب کر ڈالتے ہیں۔ یہ ادبی اور تاریخی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رح !

"ایک مشہور علمی شخصیت" نے ایک تقریب نکاح کے موقع پر اثنائے تقریر بڑی عمدہ بات فرمائی تھی کہ "آج کے دور میں "نکاح مسنون" سے بڑھکر مظلوم شاید ہی کوئی دوسری سُنّت ہوگی" کیونکہ کہنے کو تو یہ تقریب سُنّت کے مُبارک نام سے منعقد ہوتی ہے مگر ہوتا یہ ہے کہ اس پوری تقریب میں قدم قدم اور بات بات پر اللہ تعالےٰ کی مقرر کردہ حدود اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتوں کو بری طرح توڑا اور چھوڑا جاتا ہے۔

اس تقریب مسنون کی شہرت تو یوں ہی ہوتی ہے کہ نہایت بیش قیمت اور خوشنما دعوت ناموں میں لکھا تو یہی جاتا ہے "النکاح من سنتی" اور عمل سراسر سُنّت کے خلاف ہی کیا جاتا ہے۔ تقریب کو شروع سے آخر تک آپ دیکھ ڈالیے آپ کو صاف یہی نظر آئے گا کہ ہم لوگ یہ پوری تقریب اس آزادی سے انجام دیتے ہیں جیسے

نعوذ باللہ منہ اللہ ورسول کی طرف سے ہمیں اس سلسلے میں کسی طریقے کی ہدایت ورہنمائی ملی ہی نہیں ہے بلکہ ہمیں پوری کھلی چھوٹ دیدی گئی ہے کہ ہم جس طرح چاہیں اپنے خاندان اپنی برادری، اپنے اہل محلہ اور پڑوسیوں کی مرضی کے مطابق دھوم دھام سے یہ تقریب منائیں اور اللہ ورسول کو دھوکہ اور خود اپنے آپ کو فریب دینے کیلئے اس تقریب کا رشتہ دین سے باقی رکھنے کیلئے صرف اتنی بات کرلیں کہ شادی کے ان دعوت ناموں اور ان کے لفافوں پر "اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ" ضرور چھپ جائے۔

آپ اگر غور فرمائیں گے تو خود آپ کا فیصلہ یہی ہوگا کہ ہمارا یہ طریقہ اللہ اور اسکے رسولؐ کے احکام کے ساتھ کیسا خطرناک مذاق ہے۔

آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم میں سے ہر مسلمان مرد و عورت اپنے مذہب اسلام اور کلمہ طیبہ کی رُو سے اس بات کا پوری طرح پابند ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں..... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی پابندی کرے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"تم میں سے کوئی شخص اسوقت تک مومن کامل نہ ہوگا جب تک اسکے دلی تقاضے میری لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ہوں" (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰)

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ نکاح وشادی کی اس تقریب سے متعلق حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے احکام کیا ہیں؟ اور یہ کہ اس تقریب سے متعلق آپ حضرات کے دلی تقاضے کیا ہیں اور یہ دلی تقاضے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں؟ ــــ نیز یہ کہ ہماری ان تقریبات میں شریعت وسُنّت پر عمل درآمد کتنا ہوتا ہے اور ان میں خاندان و برادری کی رسمیں

کتنی شامل کر لی گئی ہیں؟

ہمارے ان سوالوں کا صحیح جواب اسی وقت معلوم ہو سکتا ہے جب تصویر کے دونوں رُخ ہمارے سامنے ہوں، نکاح مسنون کی اصل تصویر بھی ہمارے پیش نظر ہو اور اس کے ساتھ بالمقابل، ہم اپنی موجودہ تقریبات کا نقشہ بھی دیکھیں تو یہ بات پوری طرح کھُل کر ہمارے سامنے آجائیگی کہ ہمارے اس "نکاح مسنون" میں "خالص سنت" کتنی ہے اور اس میں "رسم و رواج" کا "ڈالڈا" کتنا ملا دیا گیا ہے۔

اس مقصد کیلئے ہم آپ کے سامنے خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مبارک اور آپؐ کی صاحبزادیوں کے نکاح کی کچھ تفصیلات نقل کرتے ہیں:۔

(۱) حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا نکاح حضرت خدیجہ رضؓ سے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت کی شہرت اور خود اپنے تجربہ کی بنا پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپؐ کے ساتھ ایک سچّا اعتقاد اور خالص انس ہو چکا تھا اسلئے انھوں نے ارادہ کر لیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منظور فرمائیں تو وہ آپ ہی سے نکاح کر لیں۔ چنانچہ انھوں نے یعلی بن امیہ رضؓ صحابی کی بہن حضرت نفیسہ کو آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ انھوں نے جاکر آپؐ سے ذکر کیا کہ خدیجہ آپؐ کے حسن اخلاق اور پاک خصلت اور شرافت کی وجہ سے آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہیں اور اسکے علاوہ آپ میں اور ان میں دُور کی قرابت بھی ہے۔

آپؐ نے اس تعلق و نسبت کو بلا تکلف منظور فرمالیا اور اپنے چچا حضرت حمزہؓ وغیرہ سے (جو تقریباً آپؐ کے ہم عمر ہی تھے) اس نسبت کا ذکر کیا سب نے اس کو پسند کیا۔

چونکہ حضرت خدیجہ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ کو ساتھ لے کر حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد کے پاس تشریف لے گئے اور دستور کے مطابق باقاعدہ نکاح کا پیغام دیا ــــ عمرو بن اسد اس مبارک رشتہ سے کیسے انکار کر سکتے تھے انھوں نے بھی منظور کر لیا۔ (اسطرح سیدھے سادے طریقہ پر منگنی ہو گئی نہ کوئی تقریب نہ کوئی دھوم دھام)

اس کے بعد نکاح کے لئے آپؐ کے عم محترم خواجہ ابو طالب وغیرہ آپؐ کے ہمراہ حضرت خدیجہ کے مکان پر گئے وہاں حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد نے قاعدے کے مطابق نکاح کا خطبہ پڑھا پھر خواجہ ابو طالب نے بھی خطبہ پڑھا اور عمرو بن اسد نے اپنی بھتیجی حضرت خدیجہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ مہر کی رقم پانچسو درہم مقرر ہوئی (تقریباً سوا سو تولہ چاندی)

اس نکاح کے بعد آپؐ نے دوسرے دن ایک اونٹ ذبح کر کے ولیمہ بھی کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب آپؐ کی عمر شریف پچیس سال کی تھی اور اعلان نبوت میں ابھی پندرہ سال باقی تھے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا جب تک حیات رہیں آپؐ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی لیکن ان کے انتقال کے بعد آپؐ کو دوسرے نکاح کا خیال ہوا ــــ حضرت عثمان بن مظعون کی بی بی نے ایک مرتبہ عرض کی کہ یا حضرت! آپ نکاح کیوں نہیں کرتے؟ آپؐ نے فرمایا کس سے کریں انھوں نے عرض کیا کہ کنواری اور بیوہ ہر قسم کی عورتیں ہیں۔ اگر آپؐ کنواری

لڑکی سے نکاح کرنا چاہیں تو آپ کے سب سے زیادہ دوست ابوبکر کی بیٹی موجود ہے اور اگر بیوہ سے کرنا چاہیں تو زمعہ کی بیٹی سودہ سے ہو سکتا ہے۔

چونکہ دونوں ہی رشتے مناسب تھے آپؐ نے فرمایا کہ دونوں جگہ جاکر ذکر کرو جہاں ہو جائے بہتر ہے۔ چنانچہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاں گئیں اور مناسب طور پر اس رشتہ کا ذکر کیا ان لوگوں کو اسکے قبول کرنے میں اور کوئی وجہ تو مانع نہ تھی لیکن چونکہ حضرت ابوبکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باہم دوستی اور خصوصی تعلق کی وجہ سے بھائی سمجھے جاتے تھے اسلئے انھوں نے اپنا یہی تامل ظاہر کیا اور کہا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو میرے بھائی ہیں عائشہ کا نکاح ان سے کیسے ہو سکتا ہے؟

آپؐ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ جاکر کہدو بیشک ابوبکر میرے اسلامی بھائی ہیں (حقیقی یا رضائی بھائی نہیں ہیں کہ نکاح نہ ہو سکے) ان کی لڑکی سے میرا نکاح ہو سکتا ہے۔ آپؐ کا یہ ارشاد سن کر حضرت صدیق اکبرؓ نے نہایت خوشی سے رشتہ منظور کر لیا اور فرما دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہیں تشریف لے آئیں نکاح کر دیا جائے گا۔

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچاس سال کی تھی۔ اب اعلانِ نبوت کو دس برس گذر چکے تھے اور ہجرت فرمانے میں ابھی تقریباً تین سال باقی تھے۔ آپ اپنے بعض خاص اصحاب کو ساتھ لیکر حضرت ابوبکرؓ کے مکان تشریف لے گئے اور اسلام کے قاعدے کے مطابق سیدھا سادہ نکاح ہو گیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو درہم تھے۔ (تقریباً سو تولہ چاندی)

نکاح کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنھا کی عمر کم تھی اسلئے اس وقت صرف نکاح ہوا رخصت چند سال بعد ہجرت ہو جانے پر مدینہ شریف میں ہوئی۔

آپ کا ولیمہ صرف ایک پیالہ دودھ سے ہو سکا جو حضرت سعد بن عبادہ رضؓ کے گھر سے ہدیتہً آیا تھا۔

(۲۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔

حضرت زینب۔ حضرت رقیہ۔ حضرت ام کلثوم۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھن۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنھا سب اولاد میں بڑی تھیں جنکی ولادت اعلانِ نبوت سے دس سال پہلے ہوئی تھی، ان کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خالہ زاد بھائی حضرت ابوالعاص سے کر دیا تھا ——— ان کی وفات ۸ھ میں ہوئی۔

حضرت رقیہ و حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنھما یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منسوب ہوئیں ———

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی وفات ہجرت کے دوسرے سال مدینہ شریف میں ہوگئی تھی اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنھا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرما دیا اسی دوہری دامادی کے شرف کی وجہ سے انھیں ذی النورین کے لقب سے

یاد کیا جاتا ہے ۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ۹ھ میں ہوئی ۔
چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں ۔
اور ہجرت کے دو سال بعد رمضان المبارک میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے آپ کا نکاح ہوا ۔ (جسکی تفصیل ابھی آرہی ہے)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک سنہ ۱۱ھ میں منگل کے روز آپ کی وفات ہوئی ۔ (وفات کے وقت آپ کی عمر شریف تقریباً ۲۹ سال تھی)

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی منگنی، شادی، رخصتی وغیرہ

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر تقریباً پندرہ سال کی ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی نے اپنے لئے حضرت فاطمہ سے نکاح کا پیغام دیا آپ نے جواب میں فرمایا ”خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرو“ ـــــ پھر حضرت عمر فاروق رضی نے اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دیا آپ نے انھیں بھی یہی جواب دیا کہ ”خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرو“ ـــــ پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت علی کو ان کے گھر والوں نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے لئے حضرت فاطمہ سے نکاح کا پیغام دیں ۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اور حضرت فاروق اعظم رضی نے بھی انھیں یہ مشورہ دیا تھا ۔ حضرت علی رضی نے کہا کہ ایسی صورت میں جبکہ آپ جیسے حضرات کا پیغام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور نہیں فرمایا ہے تو بھلا میں کیسے ہمت کروں میری تو

مالی حالت بھی کچھ اچھی نہیں ہے، مگر سب نے اصرار کیا اور کہا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ حضرت ابوطالب کے بیٹے اور آپ کے چچازاد بھائی ہیں اسلئے اُمید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ضرور خیال کرینگے۔

چنانچہ حضرت علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن آپؐ کے رعب ولحاظ کی وجہ سے کچھ زبان سے کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی بار بار ارادہ کرتے لیکن زبان نہ کھلتی تھی۔

کچھ دیر بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہو علی! کیسے آئے ہو کیا کچھ کام ہے؟ جو کہنا چاہتے ہو کہو۔ اس استفسار پر تو حضرت علی اور بھی شرمندہ ہو گئے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حالت دیکھکر قرینے سے انکا مدعا سمجھ گئے اور نہایت شفقت سے فرمایا کیا فاطمہ کی نسبت کے خیال سے آئے ہو؟ انھوں نے شرماتے شرماتے عرض کیا "بیشک اسی غرض سے حاضر ہوا ہوں" آپ نے فرمایا منظور ہے لیکن یہ بتاؤ کہ کچھ مہر میں دینے کو بھی ہے یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا "ایک گھوڑے اور زرہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گھوڑا تو خیر مجاہد اور سپاہی کے پاس رہنا ہی چاہئے اسکی ضرورت تو خود تم کو ہی رہیگی ہاں زرہ بیچ سکتے ہو اسے بیچ ڈالو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ گئے اور تقریباً چار سو درہم میں زرہ بیچ آئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رقم میں سے کچھ درہم نکال کر حضرت بلال کو مرحمت فرمائے کہ جاکر عطر و خوشبو خرید لائیں اور بقیہ رقم حضرت ام سلیم کو دی کہ اس سے حضرت فاطمہ کیلئے

گرہستی کی ضروری چیزیں کھانے پکانے، سونے بچھانے کیلئے تیار کرلیں۔

(مدارج النبوۃ شیخ دہلوی صفحہ ۱۴۹ ج۲)

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کو حکم دیا کہ جاؤ ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم اور حضرات انصار میں سے کچھ لوگوں کو بلا لاؤ ___ جب یہ سب حضرات جمع ہوگئے تو آپ نے خطبہ نکاح پڑھکر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا نکاح حضرت علی کے ساتھ کردیا، نکاح کا مہر چار سو مثقال چاندی مقرر ہوا (جو آجکل کے مروجہ وزن کے اعتبار سے تقریباً ۱۵۰ تولہ چاندی ہوتی ہے) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق میں خرمے لیکر حاضرین میں تقسیم کردیئے۔

تقریب نکاح پوری ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ام ایمن کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گھر بھیجدیا یہ رخصتی ہوگئی اللہ اللہ خیر سلا۔

جہیز فاطمی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جہیز میں مندرجہ ذیل چیزوں کا ہونا روایات سے معلوم ہوتا ہے:-

۲ دو عدد یمانی چادریں (جو سوسی کے طور پر ہوتی تھیں) ۲ دو عدد نہالی (جن میں السی کی چھال بھری تھی) چار گدے۔ چاندی کے ۲ دو بازوبند، ایک تکیہ، ایک کملی، ایک پیالہ، اور ایک چکّی، ایک مشکیزہ اور پانی رکھنے کا گھڑا اور بعض روایات میں ایک پلنگ بھی آیا ہے۔

یہ تھا کل جہیز جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو شادی کے وقت دیا گیا تھا اور اوپر ہم یہ بات حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ سے نقل کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی زرہ کے بدلہ میں آئی ہوئی رقم میں سے کچھ رقم حضرت ام سلیم کو مرحمت فرمائی تھی کہ وہ اس رقم سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کیلئے ضروری جہیز (گرہستی کا سامان) تیار کر دیں۔

اس سے یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ کیلئے گرہستی کی چیزوں کی فراہمی کا یہ بندوبست آپ نے اسلئے فرمایا کہ آپ جس طرح حضرت سیدہ کے والد محترم تھے اسی طرح آپؐ حضرت علی کے لئے بھی ولی و سرپرست کی حیثیت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی دوسری صاحبزادیوں کی شادی پر انھیں اسطرح گرہستی کی چیزیں نہیں دی تھیں ــــ چنانچہ حضرت علی کی سرپرستی ہی کا نتیجہ یہ بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے نکاح کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کیلئے مناسب رہائشی مکان کا بندوبست فرمانے میں بھی انکی مدد فرمائی۔ چنانچہ حضرت حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ایک مکان حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی رہائش کیلئے پیش کر دیا تھا۔

ولیمہ:۔ شادی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ شادی کے بعد ولیمہ ہونا چاہیئے۔

حضرت سعد نے ایک دنبہ دیدیا اور حضرات انصار میں سے کچھ لوگوں نے چند صاع مکئی دیدی تھی اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ولیمہ ہوا تھا، بعض روایات

میں خرمے اور مالیدہ کا ذکر آیا ہے ۔

خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ولیمے کئے ان میں سے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کا ذکر تو اوپر گذر چکا ہے ، دوسری ازواج مطہرات سے شادی کے موقع پر بھی آپ نے بعض موقع پر ولیمہ فرمایا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ

حضرت[1] ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر جَو کا کچھ کھانا ولیمہ تھا۔ اور حضرت[2] زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کے وقت آپؐ نے ایک بکری ذبح کرائی تھی روٹی ، گوشت کا ولیمہ ہوا تھا۔ حضرت[3] صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے موقع پر حضرات صحابہ اپنے اپنے پاس سے کھانا لے آئے تھے سب نے ایک جگہ مل کر کھانا کھا لیا تھا۔ یہی ولیمہ ہو گیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ بھی گذر چکا کہ صرف ایک پیالہ دودھ تھا۔

اسوۂ نبوی ؐ کے آئینہ میں مسنون نکاح کی تقریب

نکاح مسنون کی جو تفصیلات اوپر نقل ہوئیں انھیں پیش نظر رکھتے ہوئے تقریب نکاح کا شرعی طریقہ یہ متعین ہوتا ہے کہ

جب کوئی نکاح کرنا چاہے تو پیغام دینے سے پہلے طرفین ایک دوسرے کے حالات اور عادات و اطوار کی اچھی طرح تحقیق کر لیں

مرد کو عورت میں یہ باتیں دیکھنی چاہئیں :- دینداری ، نیک مزاجی و خوش خلقی کفاءت یعنی خاندانی برابری ۔ اسی طرح عورت اور اسکے ولی کو مرد میں یہ باتیں دیکھنی چاہئیں :- دینداری ، خوش اخلاقی ، کفاءت (خاندانی برابری) اور

فراخ دستی و فارغ البالی یعنی بقدر ضرورت مال کہ گذر بسر میں تنگی و پریشانی نہو۔

پیغامِ نکاح ایک دوسرے کے حالات سے اطمینان کر لینے کے بعد لڑکے والوں کو یا خود لڑکے کو لڑکی والوں کے پاس....

پیغام نکاح بھیجنا چاہیئے، مستحب یہ ہے کہ پیغام نکاح بھیجنے سے پہلے دولہا یا اس کا ولی مسنون طریقہ پر نماز استخارہ پڑھ لیں تب پیغام دیں۔ اسی طرح لڑکی کے ولی کیلئے بھی مستحب یہی ہے کہ پیغام آنے کے بعد پہلے نماز استخارہ پڑھ لیں اگر استخارہ موافق آجائے تو پیغام منظور کر لیں۔

پیغام نکاح کو عربی میں خِطبہ (بالکسر) کہتے ہیں جس کا ترجمہ پیغام نکاح یا منگنی بھی کیا جاسکتا ہے لیکن شریعت میں اس پیغام یا منگنی کیلئے کسی تقریب اور اجتماع اعزہ واحباب کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش اس لئے یہ معاملہ انتہائی سادگی بلکہ خاموشی ورازداری کے ساتھ انجام دیا جانا چاہیئے۔

ہمارے معاشرے میں منگنی کی باقاعدہ تقریب اور دھوم دھام کا جو رواج ہے یہ سراسر خلافِ شریعت اور مخالف سنّت ہے اسے قطعی طور پر ترک کرنا چاہیئے۔

پیغام کی باہمی منظوری کے بعد طرفین کی رضامندی سے نکاح کے لئے کوئی دن، تاریخ اور وقت مقرر کر لیا جائے۔

نکاح کیلئے کسی مہینہ یا دن، تاریخ کو منحوس اور غیر مبارک سمجھنا غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ کوئی سا مہینہ اور دن تاریخ مقرر کیا جاسکتا ہے، ہاں جمعہ کا دن مستحب ہے اس لئے اگر کوئی دشواری نہ ہو تو جمعہ کا دن مقرر کیا جائے۔

مجلسِ نکاح مستحب یہ ہے کہ مجلسِ نکاح مسجد میں منعقد کی جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طریقہ یہی رہا ہے اور اس طرح نکاح کا اعلان اور اس کی شہرت بھی از خود ہو جاتی ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

مجلس نکاح میں طرفین کے اعزہ واحباب اور دوسرے اہل عزت و اہل خیر و صلاح بھی شریک کیے جائیں، دُلہن کی طرف سے اس کا ولی بھی شریک مجلس ہو۔

مسنون تو یہی ہے کہ دلہن کا ولی ہی خطبہ نکاح پڑھے ہاں اگر وہ خطبہ نہ پڑھ سکتا ہو تو کسی دوسرے کا خطبہ پڑھنا بھی صحیح ہے۔

ہمارے معاشرے میں یہ سنت تقریباً متروک ہی کر دی گئی ہے اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بلکہ بہت سے علماء تک اپنی لڑکیوں کا نکاح پڑھانے میں شرم محسوس کرتے ہیں یہ تصوّر قابل اصلاح اور لائقِ ترک ہے۔

جب خطبہ نکاح پڑھ لیا جائے تو عورت کا ولی یا خطیبِ ناکح دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا کر دولہا کو مخاطب کر کے اس سے کہے میں نے فلاں عورت کا نکاح جسکا نام یہ ہے اتنے مہر کے عوض تمہارے ساتھ کر دیا۔ دولہا اسکے جواب میں کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں نے منظور کیا اس باہمی گفتگو کو ایجاب و قبول کہتے ہیں۔ یہی ایجاب و قبول نکاح کا رکن ہے اور گواہوں کی موجودگی نکاح صحیح ہونے کیلئے شرط ہے اگر گواہوں کے بغیر نکاح کیا جائیگا تو نکاح صحیح نہ ہوگا جیسے بغیر طہارت نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔

مسئلہ ضروریہ نکاح کا ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں اور دو گواہوں کی موجودگی میں ہونا چاہیئے یعنی وہی گواہ جنھوں نے "ایجاب" سُنا ہو

وہی قبول کے وقت بھی گواہ ہوں۔ یہ گواہ اگر بدل گئے کہ ایجاب تو دوسرے گواہوں کے سامنے ہوا اور قبول دوسرے گواہوں کے سامنے یہ شہادت معتبر نہ ہوگی اور نکاح صحیح نہ ہوگا۔ آجکل ٹیلی فون پر جو نکاح ہو جاتے ہیں ان میں اس بات کا اہتمام نہیں ہوتا اس لئے بعض صورتوں میں یہ نکاح صحیح نہیں ہوتا۔

الغرض اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں نکاح سے متعلق صرف یہ چار باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) خِطبہ یعنی پیغام نکاح (۲) عقد نکاح (۳) وداع و رخصتی (۴) دعوتِ ولیمہ ان سے متعلق ہم ان غلط رسوم کی نشاندہی کرتے ہیں جنکی وجہ سے یہ تقریبِ مسنون مجموعہ رسوم و خرافات بن کر رہ گئی ہے۔

(۱) **خِطبہ** (پیغام نکاح) اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ طرفین میں سے کوئی ایک دوسرے کو نکاح کا پیغام دیدے، یہ پیغام بھی زبانی بھی ہو سکتا ہے اور تحریری بھی لیکن اسکے لئے کسی قسم کا اجتماع، بھیڑ بھاڑ اور دھوم دھام سراسر غلط و لغو بلکہ خلافِ سنّت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "اگر شادی بیاہ کا معاملہ ہو تو منگنی کو چھپانا چاہئے"۔ (حصن حصین)

● منگنی کے وقت جب صرف اجتماع اور بھیڑ بھاڑ ہی غلط ہے تو اور دوسری رسمیں تو اور بھی زیادہ لغو اور قابلِ ترک ہیں۔ ● منگنی کے وقت گود بھرنے کی رسم بھی غیر اسلامی طریقہ ہے، اس موقع پر طرفین کی طرف سے بطور نشانی کچھ چیزوں کا لین دین کرنا خلافِ سنّت ہے اور غیروں کی نقل ہے۔ ● یہ لین دین بعض بعض موقعوں پر منگنی کے بعد سے لیکر شادی ہونے تک کئی کئی سال تک چلتا رہتا ہے جو صرف نام و نمود اور رسم کی خاطر ہوتا ہے از روئے شرع اس کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ ● منگنی کے وقت آئندہ ہونے والے "جوڑے" کا ایک دوسرے کے سامنے آنا باہم فوٹو کھنچوانا انتہائی درجہ کی جسارت و بے حیائی ہے۔

• منگنی کے وقت کسی قسم کی دعوت بھی صرف نام و نمود اور اسراف بیجا پر مبنی ہے جو خلافِ سُنت اور ناجائز ہے۔
منگنی اور شادی کے درمیانی وقفہ میں بھی کچھ رسمیں برتی جاتی ہیں ان کا ذکر بھی اسی جگہ کیا جانا مناسب ہے۔

• شادی سے چند دن پہلے دولہا، دلہن کو مایوں بٹھانا، عورتوں کا ابٹنا ملنا، غیر محرم کے گیت گانا، ہاتھ پاؤں پر کنگھنا باندھنا، شرکیہ ٹونے ٹوٹکے کرنا، دولہا، دلہن کے مہندی کا ہاتھ دیوار پر چھاپنا، رت جگا کرنا، گانا بجانا وغیرہ بھی ناجائز ہے۔

(۲) عقدِ نکاح :۔ مسنون بات تو صرف اتنی ہے کہ مجلس عقد میں سادہ طریقہ پر ایجاب و قبول ہو جائے اور حاضرین کو چھوہارے تقسیم کر دیئے جائیں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں خلافِ سنت اور قابلِ ترک ہیں :۔

• دولہا کے منھ پر سہرا باندھنا • مقنع ڈالنا • نوشہ سازی کرنا بالخصوص عورتوں کا دولہا کو سجانا • دولہا کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا • مصنوعی طور پر ماں کا دولہا کو دودھ پلانا • نیگ وصول کرنا • دولہا کو گھوڑے پر سوار کرانا • دولہا کو کسی مسجد میں سلامی کیلئے لیجانا • نکاح کے بعد برادری کے آگے دولہا کا سلام کر کے سلامی وصول کرنا۔

• نامحرم عورتوں کا بے پردہ سامنے آکر دولہا کے ساتھ لغو و بیہودہ مذاق کرنا • دولہا کی سالیوں وغیرہ کا دولہا کا جوتا چھپا کر نیگ وصول کرنا • نکاح کے موقع پر فوٹو گرافی کی لعنت بہت عام ہو رہی ہے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ فوٹو جیسے سخت گناہ کی برائی بھی اب دلوں میں نہیں رہ گئی ہے، مزید افسوس اس پر ہے کہ اب علماء و مشائخ بھی اس پر نکیر کرنا چھوڑ دیئے ہیں۔

(۳) وداع و رخصت :۔ تقریبِ نکاح کا یہ جز بھی سُنت کے مطابق تو بالکل سیدھا سادہ ہے، مگر اس میں بھی میراثیوں اور غیر مسلموں کے اثر سے متعدد رسوم شامل ہو گئیں جن کا ترک ضروری ہے۔

- رخصتی کے موقع پر دولہن کو دیئے جانے والے کپڑوں اور دوسری چیزوں کی صرف نام ونمود کی خاطر مردوں میں نمائش کرنا خلافِ غیرت وحیا اور غیر اسلامی طریقہ ہے۔
- سمدھی ملاپ کا نیگ لینا دینا • سمدھی کو کچھ رقم نمود و نمائش کے طور پر دینا۔
- دولہا والوں کی طرف سے پیش کی ہوئی پیسوں کی تھیلی سے دلہن کی مٹھی بھروانا اور بکھیر کروانا • دلہن والوں کا دولہا والوں سے اپنے پرجوں کو انعام کے طور پر کچھ رقم دلوانا کہ یہ سب صرف سماجی ورواجی دباؤ سے کیا جاتا ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہے۔
- اسی طرح دولہا والوں سے محلہ کی مسجد و مدرسہ کیلئے کچھ رقم دلوانا بھی محض نام ونمود کیلئے رسمی طور پر ہوتا ہے۔ خلوص نیت اور طیب خاطر نہ ہونے کی وجہ سے خیرات کی یہ صورت بھی ناپسندیدہ ہے

جہیز :۔ تقریب نکاح سے متعلق جہیز کا مسئلہ اور سنگین معاملہ بھی ہے جس کی خصوصی نمائش وداع ورخصت ہی کے وقت کی جاتی ہے اس لئے ہم نے بھی اسی ضمن میں اس پر گفتگو مناسب سمجھی۔

گذشتہ صفحات میں ہم نے خود جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چند تقریبات نکاح کا ذکر کیا ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ ان تقریبات میں جہیز کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عرب معاشرہ ہی میں یہ رواج نہ تھا کہ شادی کے وقت جہیز کی فراہمی لڑکی والے کریں۔ پھر آپ نے یہ بھی دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار صاحبزادیوں کی بھی شادی انجام دی جن میں سے تین بڑی صاحبزادیوں کی شادی میں بھی جہیز کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

ہاں صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کی شادی کے سلسلے میں جہیز کا کچھ ذکر ضرور ملتا ہے لیکن اس جہیز کی نوعیت کیا تھی؟ کیا وہ اسی نوعیت کا جہیز تھا جیسا ہمارے

معاشرے میں متعارف و مروج ہے یا اسکی نوعیت وہ تھی جسے محدث ہند حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ نے مدارج النبوۃ میں ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے سرپرست ہونیکی حیثیت سے اور خود حضرت علیؓ ہی کی رقم سے فراہم فرماکر ان کا ہاتھ بٹایا تھا۔

مروجہ رسم جہیز :۔ اگر آپ غور و فکر سے کام لیں تو یہ حقیقت سامنے آجائیگی کہ ہمارے معاشرے میں جہیز کا یہ مروج انداز یہاں کے ملکی اثرات کار ہین ہے۔

ہمارے برادران وطن کے ہاں لڑکیوں کی شادی کے وقت چونکہ یہ تصوّر و جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ یہ لڑکی اس گھر سے اب ہمیشہ ہمیش کیلئے رخصت ہورہی ہے اور اپنے ماں باپ کی میراث سے اسے کوئی حصہ بھی نہیں ملتا ہے اسلئے اسے رخصت کے وقت جہیز اور گرہستی کی شکل میں اتنا کچھ دیدیا جائے کہ اسکی میراث سے ہونے والی محرومی کا تدارک ہوجائے۔

مذہب اسلام کی رو سے لڑکی کی یہ رخصت چونکہ ہمیشہ کی رخصت نہیں ہے بلکہ اس گھر کے مال و دولت میں آئندہ کیلئے بھی اس کا حق و حصہ باقی و محفوظ ہے اسلئے پیروان اسلام کیلئے کوئی جواز نہیں ہے کہ وہ اس غیر معقول رواج میں دوسروں کی نقل و پیروی کریں۔ مگر افسوس کہ ہمارے برادران اسلام اپنی شریعت و سنّت کو فراموش کرکے غیروں کے رسم و رواج کو اپنائے ہوئے ہیں ۔۔۔ راقم السطور کے پاس میراث سے متعلق جو سوالات آتے ہیں ان میں بیشتر سوالات ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں دل کا یہ چور ظاہر ہوجاتا ہے کہ کچھ لوگ اپنی شادی شدہ بہنوں اور لڑکیوں کو صرف اس وجہ سے میراث میں حصہ دار نہیں سمجھتے کہ انکا حصہ تو انکی شادی میں صرف ہوچکا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

ان حالات میں سخت ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں بے ضرورت رائج اس غیر معقول رسم جہیز کے

انسداد کیلئے تبلیغی و اصلاحی جدوجہد کے ساتھ ذاتی جذبات کی قربانی کرتے ہوئے عملی طور پر اسے ختم کیا جائے۔

۲۵ر جنوری ۱۹۸۴ء کے قومی آواز دہلی اڈیشن میں سعودی عرب کی اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کا یہ اعلان شائع ہوا ہے ——— کہ "دلہن اپنے ساتھ شوہر کیلئے جہیز لیکر آئے یہ طریقہ قطعی غیر اسلامی ہے، جہیز کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے (بلکہ) یہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کیلئے سامان (جہیز) مہیا کرے۔" (قومی آواز ۲۵ر جنوری ۸۴ء)

ضرورت ہے کہ ہماری ملت کے باہمت افراد بالخصوص ہمارے نوجوان عزم و حوصلہ سے کام لیں اور خود آگے بڑھکر یہ اعلان کردیں کہ ہمیں کسی قیمت پر جہیز کی نہ خواہش ہے نہ ہم اسے لینے کیلئے تیار ہیں، ہم اپنی گرہستی اور ضروریات زندگی اپنے بازو اور اپنے پیسے سے خود حاصل کریں گے، ہمیں بیوی کے ذریعہ آئی ہوئی گرہستی کی چیزیں نہیں چاہیئے۔

- ہمیں صوفہ سیٹ اور گودریج کی الماری نہیں چاہیئے ● ہمیں گیس کا چولھا اور فریج نہیں چاہیئے
- ہمیں ریڈیو اور ٹی وی نہیں چاہیئے ● ہمیں اسکوٹر اور کار نہیں چاہیئے۔
- ہمیں بیوی کے طفیل ملا ہوا بینک بیلنس نہیں چاہیئے۔

ان چیزوں کا مطالبہ کرنا دین اسلام اور سنت و شریعت کیخلاف ہے، ہمیں اپنا دین و مذہب عزیز ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا اسوۂ حسنہ عزیز ہے، ہم اپنی بہنوں کی طرح دوسری بہنوں کی عزت کو بھی اپنی ہی عزت سمجھتے ہیں اسلئے یہ بات ہم پسند نہیں کرتے کہ ہماری دوسری بہنیں بھی جہیز کی لعنت کی وجہ سے اپنے گھروں میں بن بیاہی بیٹھی رہیں۔ غرض ہمت کرو جوانو ہمت سے کام ہوگا۔

اب تقریب نکاح کے چوتھے اور آخری جز، ولیمہ سے متعلق کچھ گذارشات پیش کرکے اپنی بات ختم کیجاتی ہے۔

(۴) ولیمہ:- گذشتہ صفحات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبات نکاح سے متعلق ولیمہ کی جو

تفصیلات ذکر ہوئی ہیں ان پر نظر رکھتے ہوئے یہ حقیقت تو متعین ہی ہو جاتی ہے کہ دعوتِ ولیمہ کا یہ اہتمام اور یہ دھوم دھام جو اسوقت ہمارے معاشرے میں رواج پذیر ہے یہ انداز اسوقت ہرگز نہ تھا چنانچہ اوپر ایک ولیمہ وہ بھی ذکر ہو چکا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادی کے بعد اصحاب کرام سے یہ فرما دیا کہ ہر شخص اپنے اپنے گھر سے کھانا لے آئے اور پھر سب نے ملکر ایک ساتھ کھا لیا اور ولیمہ ہو گیا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے موقع پر صرف ایک پیالہ دودھ حاضرین کو پلا دیا گیا اور ولیمہ کی سُنّت ادا ہو گئی۔ اسکے برخلاف ہمارے معاشرے کا ولیمہ کیسا کچھ نمائشی، پر تکلف اور دعوت ناموں کی فضول خرچیوں پر مبنی ہوتا ہے کہ اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو ولیمہ مسنونہ سے ہماری ان دعوتوں کا کوئی تعلق بھی مشکل سے نکل سکے گا۔

● ولیمہ سادگی کیساتھ اور استطاعت کے مطابق محض اتباعِ سنت کی نیت سے ہونا چاہیئے نمائش و نام آوری کے خیال یا باہمی مقابلہ کے جذبہ سے ولیمہ کرنا مسنون تو کیا کہا جائیگا "نیکی برباد گناہ لازم" کا مصداق ہوگا۔

● ولیمہ میں اس بات کا بھی اہتمام ہونا چاہیئے کہ دعوت صرف امیروں اور مالداروں تک محدود نہ ہو بلکہ غریب لوگ بھی اسمیں مدعو کیئے جانے چاہئیں۔ حدیث شریف میں ایسی دعوت کو بری دعوت فرمایا گیا ہے جس میں غریب و فقیر لوگوں کو نظر انداز کر کے صرف امیروں کو مدعو کیا گیا ہو ● ولیمہ کی دعوت ہو یا کوئی اور دعوت کھڑے ہو کر کھانا یا غیر محرم مردوں اور عورتوں کا مخلوط و مجتمع ہو کر کھانا، یہ دونوں ہی صورتیں ناجائز اور قابلِ ترک ہیں ● ولیمۂ مسنون کا وقت رخصتی و زفاف کے بعد ہے۔ شادی سے پہلے بارات یجاتے وقت دعوت کرنا بھی صرف نام و نمود کی دعوت ہے جو خلافِ سُنّت ہونیکی وجہ سے قابلِ ترک ہے ● اس قسم کی دعوتی تقریبات میں "نیوتہ" کا لین دین بھی غیر اسلامی طریقہ ہے اور قابلِ ترک ہے، یہ لین دین خوش دلی و خلوص پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی دیکھا دیکھی ان کے لحاظ اور رواج کے دباؤ سے ہوتا ہے، حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ

"کسی کے لیئے کسی کا وہ مال حلال نہیں ہے جو خوش دلی سے حاصل نہ ہوا ہو"

دو اہم اور ضروری فتوے

نکاح کی غلط رسموں میں سے ایک رسم تو "جہیز" ہے جسکا کچھ بیان گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے اور دوسری رسم لڑکی والے کے ہاں بڑی تعداد میں بارات لانا اور اس طرح اسے نکاح کے بعد دعوتِ عام پر مجبور کر دینا ہے، ان دونوں رسموں سے متعلق مندرجہ ذیل دو فتووں کی اشاعت بھی مفید سمجھی گئی ہے۔

پہلا فتویٰ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ لڑکی والے کے ذمہ میں لڑکی کی شادی میں کھانا کھلانے کا اہتمام والتزام کرنا کیسا ہے (جیسا کہ آجکل عام رواج و دستور ہے) جواب مدلل و مفصل محقق و مبرہن فرما کر ممنون و شاکر فرمائیں۔

الجواب بعون الملک الوہاب:۔ لڑکی والے کے ذمہ کھانا کھلانے کا اہتمام والتزام شرعاً کیسا ہے اسکی تفصیل تو بعد میں لکھی جائیگی، پہلے بنیادی طور پر چند باتیں لکھنا ضروری ہیں۔

(۱) حدیث شریف میں ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" جس کا مطلب یہی ہے کہ غلط نیت کی وجہ سے بعض امورِ خیر بھی خیر نہیں رہ جاتے۔ چنانچہ ہجرت جیسی عظیم عبادت اگر خالص ہجرت کے طور پر نہ ہو تو اس پر ہجرت کا ثواب مرتب نہ ہوگا بلکہ وہ محض ایک دنیاوی کام قرار پائے گا اور آگے ترقی کر کے یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ اگر کسی امر خیر یا طاعت میں کسی

ناجائز بات کی نیت کر لی جائے تو وہ امر خیر وطاعت بھی ناجائز و معصیت بن جائے گا۔ حضرات فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی تاجر خریدار کو متوجہ کرنے یا اپنی بزرگی و دینداری ظاہر کرنے کے لئے درود شریف وغیرہ کا ورد کرے تو یہ درود موجب اجر نہ ہوگا بلکہ ناجائز و مکروہ قرار پائے گا۔

(۲) دوسری یہ حدیث بھی ملحوظ رکھی جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَعْظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ کیا جائے۔

(۳) تیسری حدیث یہ بھی ملحوظ رہے: لا یحل مال امرئٍ الا بطیب نفسہ (او کما قال)

ان بنیادی باتوں کے بعد آپکے سوال کا جواب یہ ہے کہ لڑکی والے کے ذمہ کھانا کھلانا تو سنت سے تو مطلق ثابت ہی نہیں ہے اس لئے اس کے مندوب و مستحسن ہونے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر بالفرض کسی طرح کوئی اسے مستحسن ثابت کرنے کی کوشش بھی کرے تو اس قسم کی دعوت کا یہ اہتمام و التزام مالایلزم ہونے کی وجہ سے واجب الترک کہا جائے گا۔ پھر عموماً ایسی دعوتیں نام ونمود پر بھی مبنی ہوتی ہیں جسکی وجہ سے بھی انہیں جائز کہنا مشکل ہے۔

اور لڑکی والوں کے ذمہ کھانا کھلانے کی بات تو بعد کی بات ہے، پہلے تو یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ لڑکے والوں کا بڑی بڑی تعداد میں باراتیوں کا لانا اور لڑکی والے پر رسم و رواج کا دباؤ ڈال کر اسے باراتیوں کی دعوت پر

مجبور کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ بارات کی یہ دعوت بھی "لایحل مال امرئ الا بطیب نفسہ" کی رو سے ناجائز ہی کہی جائے گی۔ جب اصل باراتیوں کی دعوت بھی بعض صورتوں میں (جبکہ بڑی تعداد میں بارات لاکر اسے زیر بار کیا جائے) ناجائز ٹھہرتی ہے تو ان کے طفیل میں کھانے والے مقامی لوگوں کی شرکت تو اور بھی زیادہ شنیع و قبیح قرار پائے گی۔

شرعی طور پر تو لڑکی والے کے ذمہ کھانا کھلانا تو ثابت ہی نہیں ہے۔ اگر کچھ اجازت و گنجائش ہو سکتی ہے تو صرف مختصر بارات والوں کو کھانا کھلانے کی گنجائش ہو سکتی ہے جنکی دعوت بطیب خاطر عام طور پر گوارا کی جا سکتی ہو، لیکن بارات کے علاوہ دوسرے لوگوں کی دعوت کسی طرح صحیح و درست نہیں کہی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالقدوس رومی غفرلہ، مفتی شہر آگرہ ۲۴ ۳/۱۴۰۶ ھ

مہر مفتی عبدالقدوس رومی

الجواب صواب — الجواب صحیح — جواب صحیح ہے یحییٰ غفرلہ

محمد القدوس رومی — مظفر حسین المظاہری ۲۷ ۳/۱۴۰۶ ھ — ۲۷ ۳/۱۴۰۶ ھ

جواب صحیح ہے۔ جس روایت میں حضرت فاطمہ رضی کے نکاح کے موقع پر دعوت کا تذکرہ ہے اگر اسکی سند سے قطع نظر کی جائے تب بھی اس میں انتظام ہے نہ کہ التزام۔ احقر محمود غفرلہ

الجواب صحیح۔ حبیب الرحمن خیر آبادی عفا اللہ عنہ۔ مہر مفتی دار العلوم۔ دیوبند۔ ۲ ۴/۱۴۰۶ ھ

الجواب صحیح
العبد نظام الدین، مفتی دار العلوم دیوبند

تکملۃ الجواب من المجیب الاول

جواب مذکور پڑھکر بعض حضرات نے متوجہ فرمایا کہ اس جواب میں مصنف عبدالرزاق میں آئی ہوئی "تزویج فاطمہ" کی روایت سے بھی کچھ تعرض ہوجاتا تو اچھا ہوتا، احقر نے بھی اس مشورہ کو مفید سمجھا اسلئے اس روایت کی اسنادی حیثیت پر مختصر کلام نقل کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب صـ ۲۶۲ ج ۱۱)

روایت کی سند میں مصنف عبدالرزاق کے استاذ یحییٰ بن العلاء البجلی ہیں جن کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں "کذاب یضع الحدیث" اور دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے "انہ لیس بثقۃ" اور امام نسائی نے انھیں "متروک الحدیث" قرار دیا ہے، ابن علامی نے کہا ہے "احادیثہ موضوعات" اور ابن حبان نے ان کے متعلق اپنی جرح میں یہاں تک کہہ دیا ہے "لا یجوز الاحتجاج بہ" ان اقوال کی روشنی میں روایت کی اسنادی حیثیت بالکل صاف ہوجاتی ہے کہ یہ روایت اگر موضوع نہیں ہے تو بھی موضوع کے شبہ سے تو خالی نہیں ہے

اور درایتی حیثیت سے بھی یہ روایت بڑی حد تک مشتبہ و مشکوک ہوجاتی ہے کہ امت کا تلقی بالقبول اور تلقی بالعمل اسکے ساتھ نہیں ہے، یہ تسلیم کہ مصنف عبدالرزاق کے نسخے عام نہ تھے اسلئے اس کا علم عام نہ ہو سکا تھا لیکن یہ بات کیسے تسلیم کی جائے کہ ساری امت کے علم کا ذریعہ صرف مصنف عبدالرزاق ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتوں کا معاملہ صرف کتب حدیث پر تو مبنی و منحصر نہیں

رہا ہے بلکہ امت کی تلقی و توارث بھی اسکے ساتھ رہی ہے جو مسئلہ زیر بحث میں حاصل نہیں۔

اس روایت کو صحیح ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ چودہ سو سال سے یہ سُنّت پردۂ خفا میں رہی۔ نہ صحابہ رضؓ نے اس پر عمل کیا کہ تابعین دیکھتے، نہ تابعین نے عمل کیا کہ تبع تابعین میں رائج ہو کر منقول و متوارث ہوتی۔

مختصر یہ کہ روایت مذکور روایتاً داسناداً بھی مجروح اور روایتاً بھی مشکوک و مشتبہ ہے اس لئے اس سے استناد و احتجاج کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالقدوس رومی

۱۴۰۶ھ

دوسرا فتویٰ

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے اسلام کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کو جہیز دیا تھا یا نہیں؟ جہیز فاطمہ رضؓ جو مشہور ہے اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جہیز کا اہتمام والتزام لڑکی والوں کا کرنا اور لڑکے والوں کا جہیز کا مطالبہ کرنا اور نہ ملنے پر شرعاً وعرفاً معیوب سمجھنا کیا ہے؟

سنّت و شریعت سے اس کا ثبوت بطور وجوب یا سُنّت کے ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا بالتفصیل

الجواب بعون الملک الوھاب

جہیز کی شرعی حیثیت اور اسکے مسنون ہونے نہ ہونے کی تفصیل آگے آئے گی۔ اس سے پہلے مختصراً اسکے لغوی معنی بھی بیان کر دیئے جائیں تو مسئلہ کی مزید حقیقت واضح ہو گی۔

مصباح اللغات اور المنجد کے مطابق یہ لفظ "جہاز" (بالفتح و بالکسر ہے اور الف کے ساتھ ہے) قرآن مجید میں بھی سورۂ یوسف میں "جہاز" ہی آیا ہے۔ لیکن فارسی میں یہ لفظ امالہ کے ساتھ جہیز ہو گیا ہے۔ یہی فارسی لفظ اردو میں مستعمل ہے۔

مصباح اللغات میں اسکی تشریح یوں کی گئی ہے:۔ الجھاز للبیت اوللمسافر او للعروس یعنی گھر یا مسافر یا دلہن کا ضروری سامان۔ تقریباً یہی تشریح المنجد میں ہے۔

غیاث اللغات میں تقریباً یہی تشریح لفظ جہیز (بالفتح و بکسر تین) کے تحت درج کی گئی ہے۔

لغت کی ان تشریحات کے نقل کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اس تشریح کے ذریعہ جہیز کی حقیقت متعین ہو جاتی ہے کہ جہیز دراصل وہ مختصر و ضروری سامان ہے جو دلہن کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کی حیثیت ویسی ہی ہوتی ہے

جیسی کسی مسافر کے سامانِ سفر کی ہوتی ہے یعنی لباس، پوشاک، یا بستر وغیرہ اور بس۔

باقی رہی جہیز کی متعارف موجودہ شکل، تو یہ نہ از روئے لغت جہیز کا مصداق ہے، نہ ہی شریعت و سنت سے اس کا کوئی ثبوت فراہم ہو سکتا ہے، بلکہ اگر اسلامی تاریخ اور عرب معاشرہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہاں کی شادیوں میں لڑکی کی رخصتی کے وقت اسکے ماں باپ کی طرف سے جہیز دینے کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا، ہندوستان میں مروج و متعارف جہیز کا سلسلۂ نسب اسلامی معاشرے تک نہیں پہنچتا۔ دراصل یہ رسم ہندوستانی معاشرے کی پیداوار اور ہندوؤں کی رسم کی نقل و پیروی کا نتیجہ ہے کہ وہ لوگ اپنی لڑکیوں کو شادی کرکے گویا ہمیشہ کے لئے اپنے گھر سے رخصت کر دیتے ہیں۔ اس کا کوئی حصہ ماں باپ اور بھائی بہنوں کی چیزوں میں باقی نہیں رہ جاتا اسلئے اُسے جہیز کی شکل میں اُس کا حصہ دیدیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اسلامی شریعت کا فیصلہ یہ نہیں ہے کہ شادی شدہ لڑکی ماں باپ اور بھائی بہن کی چیزوں سے محروم ہو جائے۔ اس لئے اسلامی معاشرے میں جہیز متعارف کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت۔

چنانچہ کتبِ فقہ میں بھی گرہستی کی فراہمی مرد کے ذمہ واجب بتائی گئی ہے۔

(ملاحظہ ہو شامی ج ۲ ص ۵۹۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود متعدد شادیاں کیں، لیکن کسی شادی میں جہیز کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار صاحبزادیوں کی

شادیاں کیں۔ ان شادیوں میں بھی جہیز کا کوئی ذکر نہیں ہے، لیکن ان روایات میں بھی یہ بات صاف نہیں ہوتی کہ اس کی نوعیت وحیثیت کیا تھی؟ بہشتی زیور (اختری) کے چھٹے حصہ میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تفصیلات دی گئی ہیں اور حاشیہ پر ابن ماجہ، تاریخ الخمیس اور ذخائر العقبیٰ کے حوالہ سے روایات بھی نقل کی گئی ہیں، لیکن وہ روایات اس بات کی تصریح سے خاموش ہیں کہ اس جہیز کی نوعیت وحیثیت کیا تھی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جہیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد و ولی کی حیثیت سے خود فراہم فرمایا تھا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ولی وسرپرست ہونے کی حیثیت میں ان کی طرف سے فراہم کرایا تھا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے 'مدارج النبوہ' جلد دوم میں تزویج فاطمہ رضؓ سے متعلق جو روایت نقل فرمائی ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس جہیز کی نوعیت بڑی حد تک واضح ومتعین ہو جاتی ہے، فرماتے ہیں:۔

"دآمدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از علی پرسید کہ ہیچ دراست داری؟ علی گفت اسپے وزرہے دارم، فرمود اسپ ترا ضروری است ولیکن زرہ را بفروش وبہائے آں راپیش من آر پس آنرا بچہار صدو ہشتاد درم بفروخت وبنزد آنحضرت آورد حضرت قبضہ ازاں بگرفت وبہ بلال داد تا در بوئے خوش صرف کند وبقیہ بہ ام سلیم بسپرد	روایت میں یہ بات آئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضؓ سے دریافت فرمایا کہ کچھ اپنے پاس رکھتے ہو؟ حضرت علی رضؓ نے کہا: ایک گھوڑا اور ایک زرہ رکھتا ہوں۔ فرمایا: گھوڑا تو تمھاری ضرورت کا ہے لیکن زرہ کو بیچ دو اور اسکی قیمت میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ انھوں نے وہ زرہ چارسو اسّی درہم میں فروخت کردی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت

کہ در جہاز فاطمہ صرف کن دکار سازی
او کن واثاث البیت مجر
(مدارج النبوۃ ص۹۷ ج۲)

میں وہ رقم لے آئے۔ آنحضرت صلعم نے ایک مٹھی درہم
لیکر حضرت بلال کو دیئے کہ اس سے خوشبو وغیرہ
لاؤ اور بقیہ قیمت حضرت اُمّ سلیم کو دی کہ اسے
حضرت فاطمہ رضؓ کے جہیز میں خرچ کریں، انکے
کام میں لائیں، گھر کیلئے ضروری سامان (گرہستی)
خریدیں۔ (مدارج النبوۃ ص۹۷ ج۲)

مدارج النبوۃ، کی اس روایت سے جہیز فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقت صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز فاطمہ رضؓ کا بندوبست حضرت علی رضؓ ہی کی رقم سے کرایا۔

جہیز فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد تو یہ بات صاف ہو ہی جاتی ہے کہ اسے سُنّت کہنا ہی مشکل ہے۔ چہ جائیکہ اس کا اہتمام والتزام کیا جائے۔ یہ اہتمام والتزام تو کسی امر مندوب و مستحب کے ساتھ بھی صحیح نہیں ہوتا، تو جو چیز مندوب و مستحب بھی نہ ہو اسکے اہتمام والتزام کو کیسے جائز کہا جا سکتا ہے؟ اور لڑکے کی طرف سے اس کا مطالبہ اور مطالبہ پر اصرار تو صریح طور پر ناجائز و حرام ہی کہا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

عبدالقدوس رومی ۱۸/۴/۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح
مہر عبدالقدوس رومی

الجواب صحیح
مظفر حسین المظاہری

جواب صحیح ہے
یحییٰ غفرلہٗ ۱۶/۵/۱۴۰۶ھ

مہر دار الافتاء
جامع مسجد آگرہ

دار الافتاء جامعہ مظاہر علوم

تکملۃ الجواب من المجیب الاوّل

احقر کے بعض اکابر نے اس بحث میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیئے گئے اس ہار کا بھی ذکر کیا جو حضرت زینب رضؓ نے اپنے شوہر ابوالعاص کی رہائی کا فدیہ ادا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔
ان بعض اکابر نے احقر سے فرمایا کہ اس سلسلہ میں روایت کے الفاظ دیکھ لینا، شاید روایت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ حضرت خدیجہ رضؓ نے حضرت زینب رضؓ کو وہ ہار منجملہ سامانِ جہیز دیا تھا یعنی جہیز کے طور پر کچھ سامان دیا گیا تھا جس میں وہ ہار بھی تھا۔ اگر روایت کے الفاظ میں جہیز کا ذکر موجود ہو تو پھر اس طرح سُنّت ہونے کی نفی میں تامل ہوگا۔

احقر نے ان بعض اکابر کے ارشاد کی تعمیل میں 'جمع الفوائد' دیکھی، جس میں سننِ ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی روایت مندرجہ ذیل ملی۔

عن عائشة لما بعث اهل مكة في فداء اسارا هم بعثت زينب فداء زوجها ابي العاص وبعثت فيه بقلادة لها كانت عند خديجة فادخلتها بها على ابي العاص فلما رأه صلى الله عليه وسلم

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب اہلِ مکہ نے اپنے قیدیوں کیلئے فدیے بھیجے تو زینب رضؓ نے بھی اپنے شوہر ابی العاص کا فدیہ بھیجا اور اس میں اپنا ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضؓ کے پاس تھا اور انھوں نے زینب کو اسی ہار کے ساتھ ابی العاص کے ہاں

رق لها رقة شديدة وقال ان رأيتم ان تطلقوا لها اسيرها وتردوا عليها الذى لها فقالوا نعم الحديث
(جمع الفوائد ص ۲/ج ۲)

رخصت کیا تھا۔ جب اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ کا دل بھر آیا اور آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو اُن کے قیدی کو چھوڑ دو اور زینب کا یہ سامان اور ہار اُسے واپس کردو۔ سب نے کہا بہت بہتر۔
(جمع الفوائد ص ۲/ج ۲ و مشکوٰۃ ص ۳۴۶)

اس روایت میں صرف اتنی بات کہی گئی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت زینب کو ابوالعاص کے گھر بھیجتے وقت انھیں اپنا ہار پہنا کر بنا سنوار دیا تھا۔

یہ ہار منجلہ سامان و جہیز تھا یہ بات روایت سے ظاہر نہیں ہوتی، اسلئے اس سے بھی ثبوتِ جہیز میں کوئی سہارا ملنا مشکل ہے۔ یہ ہار اگر منجلہ سامانِ جہیز ہوتا تو کچھ بات بھی ہوتی۔ صرف ایک ہار کو نہ ازروئے لغت جہیز کہا جائے گا نہ عرف میں ہی جہیز کا مصداق قرار دیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالقدوس رومی
۱۶/ شعبان ۱۴۰۶ھ

چہل حدیث

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری امت کیلئے دین سے متعلق چالیس حدیثیں محفوظ کردیگا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو روزِ قیامت فقیہ بناکر اٹھائیں گے اور میں قیامت کے روز اس کی سفارش کروں گا۔

اس حدیث شریف کے پیشِ نظر جی چاہتا ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس احادیثِ مبارکہ بھی جمع کردی جائیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیں تو مرتبِ احادیث اور اس کے ناشر دونوں ہی روزِ قیامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے شادکام و بامراد ہوجائیں گے۔

مناسبتِ مقام سے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایسی ہی چالیس احادیث جمع کی جائیں جن کا تعلق نکاح اور اسکے احکام سے ہو یا مرد و عورت کے باہمی حقوق سے ہو۔ خدا تعالیٰ اس مجموعہ کو آج کے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے والے دونوں عزیزوں کے حق میں اور عام مسلمانوں کے حق میں بھی مفید و نافع بنائے۔ آمین۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

(۱) نکاح کرنا میرا طریقہ ہے جس شخص نے بغیر کسی واقعی و شرعی مجبوری کے میرے

طریقہ کے خلاف کیا وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں ہے"۔ (جمع الفوائد)

(۲) "سب سے زیادہ خیر و برکت اس نکاح میں ہے جس میں کم خرچ ہو (کسی کو گرانی نہ ہو)"۔ (جمع الفوائد)

(۳) "عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ اس کا مہر کم ہو۔ اس سے نکاح کرنا آسان ہو اور اسکے اخلاق عمدہ ہوں"۔ (زین العلم)

(۴) "عورتوں سے نکاح عموماً چار ہی باتوں کے خیال سے کیا جاتا ہے، اسکا مال دیکھکر، اسکا ہنر اور کمال دیکھکر، اسکا حسن و جمال دیکھکر اور اسکی دینداری و پاکدامنی کو دیکھکر، تو دیکھو دیندار اور نیک عورت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو"۔ (جمع الفوائد)

(۵) "دیکھو عورتوں کا صرف حسن و جمال ہی دیکھکر نکاح نہ کرلینا۔ ممکن ہے ان کا حسن ہی انکی (جسمانی یا روحانی) ہلاکت کا سبب بن جائے۔ اور انکا مال دیکھکر بھی ان سے نکاح نہ کرلینا، ممکن ہے ان کا مال انھیں سرکش اور مغرور نہ بنادے۔ سن لو ایک بدشکل اور ظاہری عیب والی لونڈی جو دین دار ہو، ایک بے دین، گوری اور خاندانی عورت سے بہتر ہے۔" (جمع الفوائد)

افسوس کہ آجکل شادی کے وقت صرف حسن و جمال اور دولت و جہیز ہی کی تلاش ہوتی ہے، دین کا تصور تو دور دور تک بھی نہیں ہوتا۔

(۶) "جب تمھارے یہاں کسی ایسے مرد کا رشتہ آئے جسکی دینداری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو، تو ان سے اپنی بیٹیاں بیاہ دیا کرو (مال و دولت کے چکر میں) ایسا نہ کروگے تو تمھاری سرزمین پر بڑے جھگڑے اور فساد ہوں گے۔ (جمع الفوائد)

(کیا ہم لوگ اس پر غور کرنے کیلئے تیار ہیں کہ آجکی باہمی خانہ جنگی اسی وجہ سے ہے۔)

(۷) "اس نکاح کی شہرت کیا کرو اور اس کو مسجدوں میں کیا کرو جائز۔ اور ناجائز تعلقات میں صرف اعلان ہی کا فرق ہوتا ہے۔" (جمع الفوائد)

(۸) "جب کوئی مرد کسی عورت سے شادی کرے (خواہ مہر کم ہو یا زیادہ) اور اسکے دل میں یہ نیت ہو کہ اس عورت کا یہ حق مہر اسے نہ دیگا تو روزِ قیامت وہ شخص زانیوں کی صف میں خدا کے سامنے حاضر ہوگا۔" (طبرانی)

(۹) "ولیمہ کا کھانا پہلے دن (شبِ زفاف کے بعد) تو حق ہے۔ دوسرے دن کا کھانا بھی میرا طریقہ ہے۔ لیکن تیسرے دن کا کھانا محض نمود اور دکھاوا ہے، جو شہرت کی نیت کریگا اللہ تعالیٰ اسے بُری طرح مشہور کریں گے۔"

(۱۰) "بدترین دعوت وہ ہے جس میں امیر اور دولت مند لوگ تو بلائے جائیں اور غریب محتاج لوگ چھوڑ دیئے جائیں۔" نیز فرمایا: "بدکاروں اور فاسقوں کی دعوت قبول نہ کی جائے۔"

(۱۱) "غیر مردوں کے سامنے زینت کے ساتھ اِتراتے والی عورت کی مثال قیامت کی تاریکی جیسی ہے، جس کا نور نہ ہوگا۔"

(۱۲) "کوئی صاحبِ ایمان مرد کسی ایمان والی عورت سے ناگواری نہ محسوس کرے اگر اسکی کوئی ایک عادت اسکو بُری لگتی ہے تو اسکی کوئی دوسری عادت اچھی بھی تو لگتی ہوگی۔"

(۱۳) "مسلمانوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو خوش اخلاق ہو اور سب سے زیادہ خوش اخلاق وہی ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں اچھا ہے۔"

(۱۴) "جو عورت بغیر کسی واقعی پریشانی کے اپنے شوہر سے طلاق چاہے، اُس پر جنّت کی خوشبو حرام ہے۔"

(۱۵) "اے عورت تو اپنے شوہر کو ہی دیکھ، تیرا شوہر ہی تیرے لئے جنّت ہے یا دوزخ ہے۔"

(۱۶) "اپنی عورتوں کو منع کرو زینت کے لباس میں باہر نکلنے سے اور مسجدوں میں اترانے سے"
(۱۷) "جس عورت کے بچے زیادہ پیدا ہوں وہ اللہ کے نزدیک اس عورت سے اچھی ہے جو بانجھ ہو، چاہے خوبصورت ہی ہو، کیونکہ میں روزِ قیامت اپنی امت کی کثرتِ تعداد پر دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔"
(۱۸) "دنیاوی معاملات میں عورتوں کی رائے کے خلاف ہی کیا کرو برکت اسی میں ہے"
(۱۹) "اپنی عورتوں کو 'سورۂ نور' کی تعلیم دو" (سورۂ نور میں بیشتر احکام عورتوں ہی سے متعلق ہیں)
(۲۰) "وہ لوگ ہرگز کامیاب نہ ہونگے جو عورت کو اپنا حاکم بنالیں"
(۲۱) "عورت کے لئے دنیا میں دو پردے ہیں۔ ایک پردہ شوہر ہے اور دوسرا قبر ہے، اور ان میں سے قبر ہی زیادہ پردے کی چیز ہے۔"
(۲۲) "مردوں کے حق میں عورتوں سے بڑھکر کوئی آزمائش کی چیز میں نے نہیں چھوڑی ہے"
(۲۳) "جس عورت نے پنجوقتہ نمازیں ادا کیں اور رمضان شریف کے روزے رکھے اور اپنے آپ کو برے کام سے بچائے رکھا، اپنے شوہر کی فرمانبرداری کی تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے"
(۲۴) "نماز کا دھیان رکھو اور ان عورتوں کا خیال رکھو جو تمھارے قبضہ و اختیار میں ہیں"

صاحبِ ایمان مرد کو اپنی گھریلو زندگی میں ہر کام پر ثواب دیا جائیگا، یہاں تک کہ اگر کبھی اپنی بیوی کو کوئی لقمہ بھی کھلائیگا تو اس پر بھی ثواب دیا جائے گا۔
(۲۵) "اگر میں کسی انسان کو اللہ کے سوا کسی کیلئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے"

(۲۶) "عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کیلئے میری وصیت یاد رکھو (انکے ساتھ نرمی ہی کا معاملہ کرو) کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہیگی اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ہی دوگے (توڑنے سے مراد طلاق و علحدگی ہے)"۔

(۲۷) "اچھی عورت وہ ہے کہ شوہر جب بھی اسے دیکھے تو خوش ہو جائے (شوہر کے سامنے خندہ پیشانی سے رہے) اور شوہر جو بات کہے اسے مان لے۔ اور شوہر کو عورت کی ذات اور اسکے مال کے معاملہ میں جو بات ناگوار ہو اس میں شوہر کی نافرمانی نہ کرے"۔

(۲۸) "اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے برا وہ شخص ہے کہ اسنے خلوت میں بیوی سے کچھ کہا یا بیوی نے اس سے کچھ کہا، پھر یہ شخص عورت کا راز ظاہر کرتا پھرے"۔

(۲۹) "عورتوں کے ساتھ بھلا سلوک کرو وہ تمہارے یہاں بطور قیدی رہ رہی ہیں اس کے سوا تم ان کے مالک نہیں ہو، اگر وہ کوئی غلطی کر بیٹھیں تو بطور سزا ان سے الگ رہو۔ (اور اگر انھیں مارو تو) ایسی مار نہ مارو جو تکلیف دہ ہو"۔

(۳۰) "کسی عورت کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ اسکا شوہر موجود ہو اور وہ اسکی اجازت کے بغیر نفل روزے رکھے اور اسکی اجازت کے بغیر دوسروں کو اسکے گھر میں بلائے"۔

(۳۱) "جب مرد اپنی بیوی کو بلائے تو اسے آجانا چاہئے اگرچہ تنور پر بیٹھی ہو (یا چولھے پر روٹی پڑی ہو)"۔

(۳۲) "جو عورت اپنے شوہر کو (اسکی جائز فرمائش کے معاملہ میں) ناراض کردے اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے"۔

(۳۳) "وہ شخص ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف ورغلائے اور فریب میں ڈالے"۔

(۳۴) "تم میں سے بہتر وہ شخص ہے، جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہو۔ میں خود اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہوں"۔

(۳۵) "ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ عورت کے شوہر کے بھائی کے بارے میں کیا حکم ہے؟
(وہ اپنی بھاوج کے گھر جا سکتا ہے) آپ نے فرمایا کہ وہ تو موت (کی طرح
خطرناک ہے) ہے۔"

(۳۶) "کسی شخص نے اگر اپنے لڑکے کو علم و ادب سکھا دیا تو اس کے حق میں اس سے بڑھکر
کوئی اور تحفہ و عطیہ نہیں ہوگا۔"

(۳۷) "جس شخص نے ۲ دو لڑکیوں کی پرورش کرکے انھیں سن بلوغ تک پہنچا دیا
تو قیامت کے روز وہ شخص اور میں برابر ہوں گے۔"

(۳۸) "اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو۔"

(۳۹) "ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔"

(۴۰) "رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو، قرابت داری کو قطع نہ کرو۔"

القدوس راہی
عبد
نفتی شہر آگرہ